پاکستان عالمی سیاحوں کے لئے جنت کیوں نہیں بن سکتا؟

لوگ دن رات محنت کر کے پیسے کماتے ہیں پھر سیاح بن کر وہ ہی دولت دوسرے ملک لٹانے کیوں چلے جاتے ہیں۔ آخر سالوں کی کمائی چند ہفتوں میں لٹانے میں کیا مزہ ہے۔ کہتے ہیں خواہشات اصل میں ضروریات پر حاوی ہوتی ہیں، اور لوگ اس دنیا میں جنت کی خواہش رکھتے ہیں اور نکل پڑتے ہیں کسی حور و قصور والی جنت کی تلاش میں۔ کیا پاکستان سیاحوں کے لئے جنت ہے؟ اس سوال کا جواب خود پاکستانی کیا دیں گے؟

اگر ہم جذباتی نہ بنیں تو درحقیقت پاکستان خود اپنے لوگوں کے لئے بھی سیاحتی جنت نہیں ہے۔ دنیا بھر میں جس ٹرمنالاجی کو "سیاحت" کہتے ہیں وہ ضیاء دور کے بعد پاکستان میں ناپید ہو چکی ہے۔ اب ہم اور ہمارے بچے صرف سسرال، میکے، ننہال، ددہال اور دور کے رشتیداروں کے پاس گھومنے تو جاسکتے ہیں مگر کسی ایسے شہر میں جانے سے کتراتے ہیں جہاں ان کو جاننے والا کوئی نہ ہو۔ اس وقت اگر کوئی ملک کے فاٹا اور شمالی علاقاجات گھومنے جاتا ہے تو اس کو بھی پاکستان آرمی کی محنتوں کا شکرگزار ہونا چاہیے۔

کیا ہم جانتے ہیں پاکستان میں ہرسال کتنے سیاح گھومنے آتے ہیں؟ عالمی سیاحت پر نظر رکھنے والوں کے بنائے گئے اعداد و شمار کے مطابق پاکستان ان ممالک میں شامل ہیں جہاں سب سے کم سیاح آتے ہیں، اور ان آنے والوں میں بھی اکثریت سیاحت کے ساتھ اصل میں کسی نہ کسی کام سے آتے ہیں۔ اگر ہم گذشتہ دس سال کے بھی اعداد و شمار دیکھیں تو پتا چلے گا کہ سال 2009 ع میں 85500، سال 2010 ع میں 907000، سال 2011 ع میں 1167000، سال 2012 ع میں 966000، سال 2013 ع میں 565212، سال 2014 ع میں 530000، سال 2015 ع میں 563400، سال 2016 ع میں 965498، سال 2017 ع میں 1750000 اور گذشتہ سال 2018 ع میں 1900035 سیاح پاکستان گھومنے آئے۔

اس کا مطلب ہے گذشتہ پورے دس سال میں ہمارے پاس ٹوٹل ایک کروڑ سولہ لاکھ (10169145) سیاح گھومنے آئے۔ جبکہ اگر ہم صرف اپنے برادر اسلامی ملک ترکی کی سیاحت پر نظر گھمائیں تو پتا چلے گا کہ ان کے پاس صرف ایک سال 2018 میں ساڑھے تین کروڑ سیاح گھومنے آئے، اور اس سال 2019 ع میں یہ تعداد ساڑھے چار کروڑ تک جانے کی امید ہے۔ مطلب 8 کروڑ آبادی والا ملک ترکی اپنی آبادی کے آدھے کے برابر ساڑھے 4 کروڑ کے برابر آنے والے سیاحوں کی میزبانی کرے گا۔

لوگ ترکی کیوں جاتے ہیں، پاکستان کیوں نہیں آتے، حالانکہ اسلام کا قلعہ تو ہم ہیں۔ دنیا کی قدیم ترین تہذیب انڈس سولائیزیشن تو ہمارے پاس ہے، بدھ مت کے اوائلی آثاروں سے لے کر ہندو دھرم کے تمام بابرکت وید بھی یہاں لکھے

گئے، سکھ ازم کی بنیادیں یہاں ہیں، بہت بڑا سمندر، وسیع صحرہ، بلند وبالا برف پوش پہاڑ، دلفریب وادیاں، سرسبز نخلستان، آباد میدان، بڑے بڑے شہر اور ہماری خیال میں لذیذ کھابے بریانی، پلاؤ، کڑہائی، پائے، چکڑ چنے، حلیم اور دہی بھلے وغیرہ وغیرہ۔ کیا یہ دلچسپی کی بات نہیں کے حیدرآباد اور لاہور کے لوگ پاکستان میں سیاحوں کی جنت سمجھے جانے والے علاقوں مری، ناران کاغان اور گلگت میں پہنچنے کے بعد بھی مٹن کڑھائی اور نان چنے کھاکر خوش ہوجاتے ہیں کہ ”واہ جی واہ چس آگئی“۔

دنیا میں اس وقت کئی ممالک ہیں جن کی معیشت کا بڑا انحصار ہی سیاحت پر ہے اور ان کے پاس وسائل اور علاقے پاکستان کے مقابلے میں بہت نہیں انتہائی کم ہیں۔ اگر ہم صرف مالدیپ، ملائشیا، سعودی عرب، دوبئی اور ترکی کو ہی دیکھ لیں تو سمجھ میں آجائے گا کہ یہ ممالک اپنی جمادات، نباتات، وسائل، پہاڑ، صحرا اور دیگر خوبصورتیوں میں ہم سے بالکل آگے نہیں ہیں۔ پھر کیا وجھ ہے کہ لوگ وہاں تو جوک در جوک جاتے ہیں اور ہمارے پاس گھومنے تو درکنار اپنی کسی کام سے بھی نہیں آتے۔ ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہمارے دیس کے دروازے باہر سے بند ہیں یا اندر سے۔

کیا ہم جانتے ہیں سعودی عرب کی معیشت کا اصل دارومدار حج اور عمرہ پر آنے والے لوگوں پر ہوتا رہا ہے، اس وقت بھی تیل کے بعد ان کی معیشت کا دوسرہ انحصار انہیں حجاج اور عمرہ کرنے والوں پر ہے۔ مگر اس سے دلچسپ بات یہ کہ اعداد و شمار کے مطابق سال 2018 ع ساڑھے سترہ لاکھ لوگوں نے حج کا سفر کیا۔ اور اسی طرح سے گزشتہ دس سالوں میں کم و بیش ایک کروڑ ساٹھ لاکھ لاگوں نے حج کی سعادت حاصل کرنے کے لئے سعودی عرب کا سفر کیا۔

دنیا اور خود سعودی عرب ان حجاج اکرام کو بھی بین الاقوامی سیاحوں میں گنتے ہے۔ مگر اس سے زیادہ حیرت انگیز اعداد وشمار یہ ہیں کہ مکہ المکرمہ میں دس سالوں میں جتنے لوگوں نے حج کرنے کے لئے سفر کیا اس سے قریب تر لوگ صرف ایک سال میں متحدہ عرب امارات کے صرف اک شہر دبئی گھومنے آئے، مطلب سال 2018 ع میں دبئی کی سیاحت کرنے والے سیاحوں کی تعداد ایک کروڑ 57 کی ہے۔ اس اس سے زیادہ ایک کروڑ 75 لاکھ سیاح پئرس، ایک کروڑ 85 لاکھ سیاح لندن اور سب سے زیادہ دو کروڑ 50 ہزار سیاح بینکاک پہنچے، یہ اعداد وشمار صرف شہروں کے ہیں ان ممالک کی تو بات ہی اور ہے۔ مطلب ہمارے پاس کوئی مجبوری اور کام سے ہی آتا ہے مگر گھومنے نہیں آتا۔ ایسا کیوں ہے۔

اگر ہم صرف اپنے برادر اسلامی ملک ترکی کی ہی مثال لیتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ ترکی دنیا میں سیاحوں لبھانے والا سب سے بڑا اسلامی ملک ہے۔ اس وقت بھی عالمی رینکنگ میں فرانس، اسپین، آمریکا، اور چین کے بعد سب سے زیادہ سیاح ترکی آتے ہیں۔ پاکستان ادب اور صحافت میں ترکی کے تاریخ، تمدن اور حالات پر کمال مہارت رکھنے والے دانشور فرخ سہیل گوئندی کا کہنا ہے کہ یہ لاکھوں کروڑوں سیاح ترکی میں اس لئے آتے ہیں کہ ترکی ان کے لئے اپنے دل کے دروازے کھول دیتا ہے، ہمارے لوگ جو ترکوں کی میزبانی دیکھ کر ان پر قربان جاتے ہیں ان کو پتا ہونا چاہیے کہ ترک سرکار اور عوام ہم سے زیادہ قربان روسی، جرمن اور بلغارین پر جاتے ہیں، کیوں کہ وہ سیاح ہی اصل میں ان کی معیشت کو سب سے زیادہ سہارا دیتے ہیں۔

فرخ سہیل گوئندی جیسا کھرا قلمکار بھی ترکی، قطر، دبئی اور ملائیشیا میں سیاحت کی ترقی کے اصل عوامل بتانے سے احتزاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”لوگ یہاں پہاڑ دیکھنے یا عبادت کرنے نہیں آتے، مگر ان کو یہاں وہ تمام سہولیات ملتی ہیں جو دنیا کے ہر سیاح کو سکوں کے لئے چاہیے، اور یہ آپ خود سمجھ جائیں کہ وہ کیا سہولیات ہیں۔ “ اتنا فرمانے کے بعد چند تصاویر دکھانے پر اکتفا کرگئے ہیں کہ سمجھ والے خود سمجھ جائیں۔ حالانکہ دنیا سمجھتی ہے کہ ”لوگ دن رات محنت کر کے پیسے کماتے ہیں پھر سیاح بن دوسرے ملک لٹانے کیوں چلے جاتے ہیں۔ آخر سالوں کی کمائی چند ہفتوں میں لٹانے میں کیا مزہ ہے۔ کہتے ہیں خواہشات اصل میں ضروریات پر حاوی ہوتی ہیں، اور لوگ اس دنیا میں جنت کی خواہش رکھتے ہیں اور نکل پڑتے ہیں کسی حور وقصور والی جنت کی تلاش میں۔ “

مزید پڑھنے کے لیے اگلا صفحہ کا بٹن دبائیں

یہ کافی سال پرانی بات ہے کہ جب وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے سندھ سرکار کو حکم دیا کہ سندھ کے مشہور سیاحتی مرکز ”گورکھ ہل“ کو جدید طرز پر استوار کر کے عام لوگوں اور بین الاقوامی سیاحوں کے لئے کھول دیا جائے۔ سندھ سیکریٹریٹ کے تغلق ہاؤس کی تیسری منزل پر واقع کمیٹی روم میں ہونے والی اعلی سطحی اجلاس میں بڑے بڑے دماغ اس بات پر سوچنے لگ پڑے کہ وہاں تک پکا راستہ، ہوٹل، ریسٹ ہاؤس، مساجد، پارک، جھولے، دکان اور دیگر انفراسٹرکچر تعمیر کیا جائے تو یقیناً جوق در جوق سیاح آنے شروع ہوجائیں گے۔ ایک گھنٹے کی پریزینٹیشن اور تین گھنٹے کی میٹنگ کے بعد سب ایک دوسرے کو دیکھ کر سوچ رہے تھے کہ ”کیا یہ ممکن ہے جو ہم سوچ رہے ہیں؟ “

اس وقت کے سیکریٹری پلاننگ محمد ہاشم میمن نے کھڑے ہوکر بولنا شروع کیا ”اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ لوگ سندھی بریانی اور پلہ مچھلی کھانے کے لئے گورکھ ہل آئیں گے تو مجھے افسوس ہے یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے۔ آپ کو سیاحت کے جدید اور وہ اصول اپنانے پڑیں گے جو باقی دنیا اپناتی ہے۔ ہم اپنے خیالی پلاؤ خود پکا کر خود ہی کھا سکتے ہیں، دنیا والوں کو نہیں کھلا سکتے۔ انھوں نے کہا کہ“ ہم پاکستان کے سب سے بڑے بیچ کراچی کو عالمی سیاحوں کے معیار مطابق نہیں بنا سکتے تو دادو کی ”گورکھ ہل“ کس کھاتے میں آتی ہے۔

ہاں اگر آپ سہون اور دادو سے ایک سو کلومیٹر دور چٹیل پہاڑوں کی چوٹی گورکھ ہل پر سیکیورٹی کے ساتھ عالمی معیار کے دو فائیو اسٹار ہوٹلز، دو تین کسینوز، جوئے خانے، وسیع ڈانسنگ کلب، شراب خانے، پب، سئنیماز اور دیگر اسپورٹس کلبس بنائیں یا ان کی اجازت دیں، آپ دیکھیں گے یہ تمام انفراسٹرکچر بنانے والے سرمائے کے ساتھ ہی خود آجائیں گے اور پورے عرب ممالک، افریکن، یورپ اور آمریکا کے لوگ دبئی اور لاس ویگاس جانے کے بجائے دادو آئیں گے، آپ ستر کی دہائی میں لاہور میں قائم ایشیا کے سب سے بڑے ڈانسنگ کلب انٹر کانٹینل (موجودہ پی سی ہوٹل) اور سب سے بڑے بار بیچ لگزری ہوٹل کراچی کو بند کروا کے اب سوچ رہے ہیں کے لوگ آپ کے پاس سندھی بریانی، پلہ مچھلی، کشمیری دال چاول اور پھجے کے پائے کھانے آئیں گے تو یہ آپ کی بھول ہے۔

”اس کے بعد کمیٹی روم میں سناٹا چھا گیا اور“ گورکھ ہل ڈولپمینٹ اتھارٹی ”بنا کر میٹنگ کو ختم کردیا گیا، 20 سال ہونے کو ہیں“ گورکھ ہل ڈولپمینٹ اتھارٹی ”اب بھی کام کر رہی ہے، مگر اس وقت تک ایک بھی غیر ملکی سیاح گورکھ ہل نہیں آیا، خود سندھ کے مختلف شہروں کے لوگ بھی وہاں جانے سے پہلے دو وقت کا کھانا اور ایک پانی کا کولر ساتھ لے کر جاتے ہیں اور سورج غروب ہونے سے پہلے ہی واپس نکل آتے ہیں۔

مری، نتھیا گلی، کالام، گلگت اور ہنزہ میں بھی زیادہ تر سیاح اپنے ملکی ہوتے ہیں، جو گرمی اور بجلی کی لوڈشیدنگ سے تنگ ہوکر وہاں جاتے ہیں۔ باہر کے اکثر لوگ بھی وہ ہی ہوتے ہیں جو کسی پاکستانی کی دعوت پر آئے ہوتے ہیں، ان کے لئے شراب وغیرہ کا بندوبست بھی میزبان کی طرف سے خود ہی کیا جاتا ہے۔ کراچی بیچ پر میاں بیوی بھی ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر نہیں گھوم سکتے، وہاں اونٹ کی سواری اور مکئی کے سٹے سے زیادہ دلچسپی کی کوئی چیز نہیں ہے۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ سیاحت کے اصل عوامل شراب، شباب اور جوئے کو کھولنے سے اپنا سماج خراب ہوتا ہے تو شاید اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ اس وقت ہمارا سماج دنیا میں سب سے پاک و پوتر اور مثالی سماج ہے یا پھر ان کو دوسرے اسلامی ممالک ترکی، دبئی، ملائشیا اور مالدیپ کے سیاحتی مراکز اور طریقہ کار کا پتا نہیں۔ یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ دوبئی اپنے تمام ڈانسنگ کلبس کے لئے بھارت کی سرمئی اور یورپ کی گوری عورتیں منگواتا ہے جبکہ نائیٹ کلبس اور نائیٹ لائیف کے لئے سیکس ورکرز کے طور پر سب سے زیادہ گندمی رنگت کی لڑکیاں پاکستان سے امپورٹ کی جاتی ہیں اس کے بعد باری آتی ہے فلپائن، روس اور بھارت کی۔

مطلب ان میں عرب سیکس ورکرز بالکل نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں۔ اسی طرح سے ہر ملک کے اندر سیکس ورکرز کی مکمل یا زیادہ تر تعداد کسی اور ملک کی ہوتی ہے۔ اگر پاکستان میں سیاحت کی ترقی کے لئے یہ قدم اٹھائے جائیں یا

سیاحوں کو کم سے کم وہ سہولیات دی جائیں جو ضیاء دور سے پہلے ملک کے تمام جیم خانوں اور آرمی میسز میں میسر ہوا کرتی تھی تو بھی دنیا بھر کے سیاحوں کو لبھایا جاسکتا ہے۔

وزیر اعظم پاکستان عمران خان اس وقت ملک میں سیاحت کی ترقی کے لئے کافی دلچسپی لے رہے ہیں اور اس سلسلے میں انہوں متعلقہ اداروں کو اقدامات اٹھانے کا حکم بھی دیا ہے۔ سرکار کو چاہیے کہ اس سلسلے میں لفاظی کرنے اور خیالی پلاؤ پکانے اور عوام کو کھانے کے بجائے حقیقی اقدامات اٹھائے۔ کم سے کم وہ اقدامات تو اٹھائے جاسکتے ہیں جو سعودی عرب کے ولی عہد شہزادے محمد بن سلمان نے خود سعودی عرب کے اندر اٹھانے کا اعلان کیا ہے کہ اب جزیرہ حجاز کے سوا پورے سعودی عرب کے بیچز اور صحرا پوری دنیا کے سیاحوں کے لئے کھول دیے جائیں گے۔

یقیناً اب مستقبل میں سعودی عرب کے ان علاقوں آنے والے سیاحوں کی تعداد حج وعمرہ پر آنے والے لوگوں سے زیادہ ہوگی، اور سعودی عرب کی تیل والی کم ہوتی معیشت کو یہ سیاحت ہی سہارا دیگی۔ پاکستان بھی چاہے تو تھر، روہی اور چولستان کے صحرا نخلستان بن سکتے ہیں، لاہور اور کراچی بھی لندن اور سانتیاگو بن سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر ہم کو پاک چائنہ بارڈر سے لے کر گوادر تک ”سندھی بریانی اور پجھے دے پائے“ کی نئیں برانچیں کھولنے کا اشتہار دینا چاہیے۔